جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۷)

(گزشتہ سے پیوستہ)

قُلِ: اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ، تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ، وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ، وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ، بِيَدِكَ الْخَيْرُ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ، وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ، وَتُخْرِجُ

(اِن کا عہد تمام ہوا، اِس لیے اب) تم دعا کرو کہ اے اللہ، بادشاہی کے مالک، تو جس کو چاہے، بادشاہی دے اور جس سے چاہے، یہ بادشاہی چھین لے؛ اور جس کو چاہے، عزت دے اور جس کو چاہے، ذلیل کر دے۔ تمام خیر تیرے ہی اختیار میں ہے۔ بے شک، تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے[۴۷]۔ (ہم

[۴۷] یہ بظاہر ایک دعا ہے، لیکن غور کیجیے تو اس میں بنی اسمٰعیل کے لیے ایک عظیم بشارت چھپی ہوئی ہے، اس لیے کہ یہ دعا صاف اشارہ کر رہی ہے کہ تمام خیر کے مالک، پروردگار عالم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ دنیا کی بادشاہی بنی اسمٰعیل کو دے دی جائے گی اور بنی اسرائیل کی کوئی مخالفت بھی اس فیصلے کو تبدیل نہ کر سکے گی۔ ان کے لیے ذلت ہی ذلت ہے۔ چنانچہ وہ اس دنیا میں اب اگر رہیں گے تو بنی اسمٰعیل کے محکوم ہو کر رہیں گے، اس کے سوا جینے کی کوئی دوسری صورت ان کے لیے باقی نہیں رہی۔

پھر یہی نہیں، اس بشارت کے ساتھ ایک عظیم نصیحت بھی اس میں پوشیدہ ہے کہ بنی اسمٰعیل اس بادشاہی کو اپنے استحقاق کا

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ، وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ، وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ
حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ، فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ، اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً، وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ

جانتے ہیں کہ) تو رات کو دن میں اور دن کو رات میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور (جانتے ہیں کہ) تو مردے سے زندہ کو اور زندہ سے مردے کو نکالتا ہے۔[۴۸] اور جس کو چاہتا ہے، بے حساب روزی عطا فرماتا ہے۔[۴۹] ۲۶-۲۷

(یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اِن اہل کتاب کے لیے عنقریب صادر ہو جائے گا، اِس لیے) ایمان والے اب مسلمانوں کو چھوڑ کر اِن منکروں کو اپنا دوست نہ بنائیں[۵۰] اور (یاد رکھیں کہ) جو یہ کریں گے، اللہ کو اُن سے

کرشمہ سمجھ کر فخر و غرور کے ساتھ قبول نہ کریں، بلکہ تواضع، فروتنی اور احساس عبدیت کے ساتھ قبول کریں، اس لیے کہ تمام خیر اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، اور یہ محض اس کی عنایت ہے کہ اس نے دنیا کی سب قوموں میں اس کا سزاوار انھیں قرار دیا ہے۔

[۴۸] یہ اسی بات پر جو اوپر بیان ہوئی ہے، آفاق کی شہادت ہے کہ لوگ اسے کوئی دور کی چیز نہ سمجھیں، جس طرح دن سے رات، رات سے دن، اور موت سے زندگی اور زندگی سے موت نمودار ہوتی رہتی ہے، اسی طرح قوموں کے لیے عزل و نصب، عزت و ذلت اور موت و حیات کے فیصلے بھی صادر ہوتے رہتے ہیں۔ بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل کی موت و حیات کی طرف جو اشارہ اس تمثیل میں کیا گیا ہے، اس کی وضاحت استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس طرح فرمائی ہے:

''حضرت ابراہیم نے جو پودا فلسطین کی سرسبز و شاداب زمین میں لگایا تھا، اب وہ سوکھ چکا تھا اور جیسا کہ حضرت یحییٰ نے فرمایا، اس کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہوا تھا۔ اس کے برعکس انھوں نے جو پودا عرب کی خشک اور بنجر زمین میں لگایا تھا، اور جو مرجھایا ہوا پڑا تھا، اب اس میں شگوفے نکل رہے تھے اور جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: وہ ایک تناور درخت بن کر ایک عالم کو اپنے سایے کی پناہ میں لینے والا تھا۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۶۵)

[۴۹] یعنی اتنا دیتا ہے کہ اس کی کوئی حد و نہایت نہیں رہتی اور وہاں سے دیتا ہے، جہاں سے کسی کو اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

[۵۰] یہ ان مسلمانوں کے لیے تنبیہ ہے جو اپنے ایمان کے تقاضوں کو سمجھنے میں ابھی پوری طرح یک سو نہیں تھے، اور

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نَفْسَهٗ، وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ: اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ، اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ، وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ، وَمَا فِي الْاَرْضِ، وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ہاں، مگر یہ تہدید اُس صورت کے لیے نہیں ہے کہ تم اُن سے بچو، جیسا کہ بچنے کا حق ہے[۵۱]۔ اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور (اِس لیے ڈراتا ہے کہ ایک دن تمھیں) اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے[۵۲]۔ اِن (مسلمانوں) سے کہہ دو، (اے پیغمبر) کہ جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے[۵۳]، تم اُسے چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ اُسے جانتا ہے، اور زمین و آسمان میں جو کچھ ہے، اُسے بھی جانتا ہے، اور اللہ ہر

اس مرحلے پر بھی، جبکہ یہود و نصاریٰ کے لیے اللہ کا فیصلہ صادر ہونے والا تھا، نہ صرف یہ کہ ان کی طرف میلان رکھتے تھے، بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سازشوں میں ان کے آلۂ کار بن جاتے تھے۔ اس میں 'من دون المومنين' (مسلمانوں کو چھوڑ کر) کی قید اس لیے لگائی ہے کہ یہ دوستی اگر اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف نہ ہو تو اس کی ممانعت اس وقت بھی پیش نظر نہیں تھی۔

[۵۱] اصل میں 'الا ان تتقوا منهم تقة' کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ جملہ 'فليس من الله فى شىء' سے استثنا ہے اور اس میں 'تقة' بالکل اسی طرح مفعول مطلق کے طور پر استعمال ہوا ہے جس طرح اسی سورہ کی آیت 'اتقوا الله حق تقته' (۱۰۲) میں ہے۔

[۵۲] یہ انھی کمزور اور منافق قسم کے مسلمانوں کو تنبیہ ہے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''(اس) میں منافقین کے لیے تنبیہ کا ایک خاص پہلو ہے۔ وہ یہ کہ اللہ کی کریمی سے دھوکے میں پڑ کے اس کی ذات کے دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز نہ کر جاؤ۔ وہ اگر شرارتوں سے درگزر کرتا ہے، سازشوں کو نظر انداز کرتا ہے اور ریشہ دوانیوں کا فوراً نوٹس نہیں لیتا تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ جرائم اس کے نزدیک جرائم نہیں یا وہ ان جرائم پر گرفت نہیں کر سکتا، بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ بندوں کو آخری حد تک مہلت دیتا ہے۔ یہ مہلت بہر حال مہلت ہے جو ایک دن ختم ہونی ہے۔ اس کے بعد اس کا عدل ظہور میں آئے گا اور یہ عدل بھی اس کی ذات ہی کا ایک پہلو ہے۔ یہ اگر ابھی ظہور میں نہیں آیا ہے تو اس سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ یہ ظہور میں آئے گا ہی نہیں۔ خدا کے کاموں میں دیر ہے، اندھیر نہیں۔ جب اس کی ذات کا یہ پہلو سامنے آئے گا تو ہر شخص پر کھل جائے گا کہ اس سے زیادہ زور آور، اس سے زیادہ بے لاگ اور اس سے بڑا منتقم و قہار کوئی بھی نہیں۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۶۸)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا، وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ، تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِیْدًا، وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ، وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ. ﴿۳۰﴾

قُلْ: اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ، فَاتَّبِعُوْنِیْ، یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ، وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ: اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ، فَاِنْ تَوَلَّوْا،

چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس دن ہر نفس اپنی کی ہوئی نیکی سامنے پائے گا اور اُس نے جو برائی کی ہوگی، اُسے بھی دیکھے گا[۵۴]، اُس دن وہ تمنا کرے گا کہ کاش اُس کے اور اِس (دن) کے درمیان ایک مدت حائل ہو جاتی۔ (یہ اللہ کی نصیحت ہے) اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور (اِس لیے ڈراتا ہے کہ) اللہ اپنے بندوں کے لیے بڑا مہربان ہے[۵۵]۔ ۲۸۔۳۰

اِن سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے گناہوں کو بخش دے گا اور (تم جانتے ہو کہ) اللہ بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے[۵۶]۔ کہہ دو کہ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ پھر (اِس کے بعد بھی) یہ منہ موڑیں تو (اِنھیں بتا دو کہ) اِس طرح کے

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

---

[۵۳] اشارہ ہے ان میلانات کی طرف جو یہ مسلمان یہود و نصاریٰ کے لیے اپنے دل میں رکھتے تھے۔

[۵۴] اصل الفاظ ہیں: 'ماعملت من سوء'۔ ان میں 'محضراً' کا لفظ محذوف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے 'ماعملت من خیر' میں یہ موجود ہے۔ چنانچہ عربیت کے اسلوب پر اس دوسرے ٹکڑے میں اسے حذف کر دیا ہے۔

[۵۵] یعنی اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے بندوں کے لیے بڑا مہربان ہے اور قیامت کے دن ان کو برے نتائج سے بچانا چاہتا ہے، اس لیے وہ اپنے آپ سے ان کو بار بار ہوشیار کر رہا ہے کہ وہ اس کی ڈھیل سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ جب پکڑے گا تو اس کی پکڑ بڑی سخت ہوگی، اس سے نکلنا کسی کے لیے ممکن نہ رہے گا۔

[۵۶] یہ ان مسلمانوں کو وہ صحیح رویہ سکھایا ہے جو سچے مسلمان کی حیثیت سے انھیں اختیار کرنا چاہیے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ. ﴿۳۲﴾

منکروں کو اللہ پسند نہیں کرتا[۵۷]۔ ۳۱۔۳۲

[۵۷] نہایت سخت الفاظ میں یہ اس بات کا اعلان ہے کہ یہ لوگ سیدھے سیدھے اللہ اور رسول کی اطاعت کریں، ورنہ ان کو بھی انھی منکروں میں شامل سمجھا جائے گا جن سے یہ دوستی رکھتے ہیں۔

اس میں اور اس سے پہلے کی آیت میں جو باتیں خاص طور پر ملحوظ رکھنے کی ہیں، وہ استاذ امام کے الفاظ میں یہ ہیں:

''ایک یہ کہ ان دونوں آیتوں کا لب ولہجہ الگ الگ ہے۔ پہلی آیت میں شفقت ہے اور دوسری میں تنبیہ، بلکہ تہدید۔ گویا درشتی ونرمی بہم در بہ است۔

دوسری یہ کہ ایمان کی اصل روح اللہ کی محبت ہے اور اس محبت کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسی محبت جمع نہ ہونے پائے جو اس کے ضد ہو۔

تیسری یہ کہ اللہ سے محبت کرنے کا واحد راستہ رسول کی پیروی ہے۔ اس سے ہٹ کر جو راستے نکالے گئے ہیں، وہ سب بدعت وضلالت ہیں۔

چوتھی یہ کہ خدا کی محبوبیت کا راستہ بھی رسول کی پیروی ہی ہے۔ اگر کسی شخص کی زندگی رسول کی سنت سے منحرف ہو اور وہ اس زعم میں مبتلا ہو کہ وہ خدا کا محبوب ہے یا دوسرے اس کو محبوب خدا سمجھیں تو یہ بالکل خبط ہے۔

پانچویں یہ کہ دین کا کم سے کم مطالبہ اللہ ورسول کی اطاعت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ مطالبہ پورا کرنے سے اعراض اختیار کرتا ہے تو اس کا شمار دین کے منکروں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتا۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۷۱)

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org